اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

(جناب مولوی سید محمد سیادت صاحب امروہوی فاضل ادب)

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے - اس حقیقت سے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا - لہٰذا تمدن انسانی کی درستی اور بقا کے لئے عقلاً یہ ضروری ہے کہ اس کے اخلاق درست ہوں - اور اس کے اخلاق واقعاً اور حقیقتاً اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ ایسی مافوق الفطرت قوۃ کا قائل نہ ہو جائے جو اس کے نزدیک اس کے ہر عمل کی نگراں ہو - اگر اس کے اخلاق کی درستی کو اس کی خواہش اور محض اس کی سوجھ بوجھ پر چھوڑ دیا گیا تو چونکہ خواہشات انسانی مختلف ہوتی ہیں اور عقول انسانی میں باہم تفاوت ہوتا ہے لہٰذا تمدن میں تشتت و انتشار پیدا ہونے کا خوف لاحق رہے گا - اس لئے ضروری ہوا کہ وہ ایک مافوق الفطرت قوت جو مخلوق کی نگراں ہے وہ فطرت انسانی کے مطابق ایسے قوانین بنا دے جس پر عمل کر کے انسان تمدن کی اعلیٰ منازل پر گامزن ہو، اور انسانیت اس مقام پر پہنچ جائے جس مقام کے پانے کی وہ مستحق ہے - اس سے تو انکار کیا ہی نہیں جا سکتا کہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے - لہٰذا اس کی عادات اس کے اطوار اور اس کے اخلاق کو تمام مخلوق سے بلند و بالا ہونا چاہیئے - اس کو خالق مطلق نے وہ قوتیں ارزانی فرمائی ہیں اور وہ جوہر لطیف عطا فرمایا ہے جس سے اپنی کسی اور مخلوق کو نہیں نوازا - اس کو یابندۂ معقولات بنایا اور مختار بنا کر اس کی فطرت کے مطابق ایک آئین بنا دیا - پھر فرمایا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا

"ہم نے اسے راستہ کی طرف ہدایت کر دی اب چاہے وہ شکر گزار بندہ بنے یا کفران نعمت کرے"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر غور کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے کہ معروف کس کو کہتے ہیں اور منکر کیا چیز ہے؟ معروف وہ فطری قوانین ہیں کہ جن کو عقل مستفاد انسانی عین مطابق فطرت تجویز کرتی ہے۔ اور منکر وہ اعمال و افعال ہیں کہ جن کو عقل مستفاد انسانی مخالفِ فطرت قرار دیتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ اخلاقِ انسانی کی درستی و بقاء اور تمدنِ انسانی کی خاطر جو افعال و اعمال انسان کے لئے ضروری ہیں وہ نوعِ معروف میں داخل ہیں اور جو افعال و اعمال اخلاقِ انسانی کو تباہ و برباد کرنے والے اور تمدنِ انسانی کے لئے مضر ہیں وہ منکرات کہلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ فطرتِ انسانی جس بات کو اچھا سمجھتی ہے اس بات کے لئے اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوں۔ اور جس بات کو فطرت انسانی برا سمجھتی ہے تو اس کے لئے یہ چاہتی ہے کہ انسان اس سے پرہیز کرتا رہے۔ لہٰذا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دونوں فطری امر ہیں۔ اسلام چونکہ خود دینِ فطرت ہونے کا مدعی ہے اس لئے اس نے اپنے ہر ماننے والے پر اس کو واجب قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں جابجا ایسی آیات ملتی ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف واضح طور سے اشارہ کیا گیا ہے۔ چند آیات پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (سورۂ مائدہ)

"نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی میں ساتھ نہ دو"

(۲) "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (آل عمران ۲)

"چاہیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو خیر کی طرف بلائے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی جماعت فلاح یافتہ ہے۔"

(۳) "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (آل عمران ۳)

"تم بہترین اقوام ہو جو نوع انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"

(۴) خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (اعراف ۲۴)

(۵) اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (حج ۱۳)

"وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر تسلط دیں تو وہ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔"

ان آیات کی روشنی میں ہر شخص پر یہ غور کرنا فرض ہے کہ آخر اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔ اور کیوں ایک انسان اپنی شخصی زندگی سے تجاوز کر کے دوسرے کی زندگی میں دخیل ہو؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اصلاح ذاتی ہوتی ہے اور دوسری اجتماعی۔ اصلاح ذاتی کا مقصد یہ ہے کہ فرداً فرداً اصلاح کی جائے لیکن اصلاح اجتماعی کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی طور پر پوری جماعت کی اصلاح کی جائے۔ دنیا میں جو مذہب اور جو دین عالم وجود میں آیا ان میں سے ہر ایک نے اصلاحِ نفس کو اہمیت دی ہے اور اسی پر زور دیا ہے۔ جس مذہب کے عقائد پر نظر ڈالئے اور جس مذہب کی تاریخ پر غور کیجئے تو یہی معلوم ہوگا اور یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ ہر مذہب نے اصلاحی پہلو کو صرف اصلاح ذاتی ہی میں منحصر کر دیا ہے۔ کسی مذہب میں کوئی ایسا قانون اور کوئی ایسا نظریہ نہیں ملتا کہ جس سے معلوم ہو کہ اس نے اصلاحِ اجتماعی کو بھی انسانی تمدن اور انسانی معاشرہ کے لئے ضروری قرار دیا ہو۔ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ذاتی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی اصلاح پر بھی زور دیا ہے۔ اور "لا رهبانية في الاسلام" کہہ کر تمدنی زندگی کی طرف دعوت دی ہے۔

اسلام کشمکشِ حیات اور جہد للبقاء کا قائل ہے وہ مردِ مسلمان کو غاروں کی گہرائیوں، پہاڑوں کی بلندیوں اور خانقاہوں میں قید و بند نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس طائر سدرہ پرواز کو فلک پیمائی، دشت نوردی اور حوصلہ افزائی سکھاتا ہے۔ وہ قعرِ دریا میں تختہ بند ہونے کے ساتھ تردامنی سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔

انسان چونکہ حیوان نقال ہے وہ اپنے ہم جنسوں کو جیسا کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ بالکل اسی طرح

اور اسی کے مطابق نقل اتارنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا جیسی سوسائٹی ہوگی ہر انسان ویسا ہی رنگ قبول کرے گا۔ اگر سوسائٹی بری ہے تو برائی کو اپنائے گا اور اگر سوسائٹی اچھی ہے تو اچھائیاں قبول کرے گا اسی لئے اسلام نے اجتماعی اصلاح کے نظریہ کو اپنایا اور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ تاکہ ہر انسان خود کو برائیوں سے بچانے اور اعمالِ نیک کی ترغیب دینے کو اپنا فرض سمجھے۔ جب تک اجتماعی اصلاح نہ کی جائے اس وقت تک انسانی تمدن اور معاشرہ درست نہیں ہو سکتا۔ آج دنیا کے ہر گوشہ میں تنہا ذاتی اصلاح کو حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ ہر ملک کوشاں ہے اور ہر حکومت اجتماعی اصلاح کی سعی کر رہی ہے۔ اس لئے کہ اجتماعی اصلاح فطرتِ انسانی کے بالکل مطابق ہے اور یہی وہ ذریعہ اور وہ آلہ ہے کہ جس کی مدد سے انسانی تہذیب، وتمدن اور انسانی معاشرہ اپنی بلندیوں کی راہوں پر گامزن ہو سکتا ہے۔

اسلام تنہائی اور گوشہ نشینی کی سخت مخالفت کرتا ہے دنیا کو ترک کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دنیا اور دین دونوں کو اپنانے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ بانی اسلام کا اعلان ہے " لیس منا من ترک الدنیا للآخرۃ ومن ترک الآخرۃ للدنیا" تاکہ انسانی تمدن اور انسانی معاشرہ ان مصائب کا شکار نہ بننے پائے کہ جو مصائب ترک دنیا اور گوشہ نشینی سے رونما ہوتے ہیں۔

انسانی تمدن اور انسانی معاشرہ اس وقت تک ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک اصلاحِ اجتماعی کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور جب تک کوئی ایسا قانون سامنے نہ ہو کہ جو اجتماعی اصلاح کے نظریہ کا علمبردار ہو۔ اصلاح ذاتی اگرچہ تمدن انسانی کے لئے فائدہ بخش ہوتی ہے۔ لیکن ایک قطرہ دریا میں تلاطم پیدا نہیں کر سکتا جب تک اس جیسے بہت سے مل کر دریا کو طوفانی نہ بنائیں۔ اور اصلاحِ ذاتی اس وقت تو تمدنِ انسانی کو کوئی فائدہ پہونچا ہی نہیں سکتی جس وقت سوسائٹی برائیوں کی طرف مائل ہو۔ اچھائیوں سے کنارہ کش ہو رہی ہو اور ضلالت کی گہرائیوں میں ڈوب رہی ہو۔ اگر کوئی شے اس وقت ایسی ہو سکتی ہے جو سوسائٹی کو تمام برائیوں سے پاک کردے تو وہ صرف اصلاحِ اجتماعی ہی ہو سکتی ہے۔

عقلِ انسانی ایک ایسا قانون چاہتی ہے کہ جو مطابقِ فطرتِ انسانی ہو۔ دنیا میں جو قانون بھی نافذ ہوتا ہے اور جو آئین پیش کیا جاتا ہے اس کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ (۱) مثبت۔ (۲) منفی۔ یعنی ایک پہلو وہ ہوتا ہے کہ جس میں کچھ کرنے کے احکام ہوتے ہیں اور دوسرا پہلو وہ ہوتا ہے کہ جس میں کچھ نہ کرنے کے احکام ہوتے ہیں

۔ اسلام نے ان دونوں پہلوؤں کو امر و نہی کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ یہی دونوں پہلو ہر آئین اور ہر قانون کی روح و جان ہوتے ہیں اگر ان میں سے ایک پہلو کو بھی ہٹا دیا جائے تو وہ قانون اور وہ آئین نامکمل کہا جائے گا۔ اسلام کا ہر امر اور ہر نہی مطابقِ فطرت اور مطابقِ عقل ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف ایک شرعی وجوب اور فرض ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے ذریعہ سے فطرت کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے اور عقل کی تاریک وادی میں شمعِ ہدایت روشن کی جاتی ہے۔ جبکہ اسلامی احکام عقل و فطرت کے تقاضوں کے متوازی ہیں تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عقل و فطرت کے احکام کی بجا آوری ٹھیرے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اسلامی احکام میں کس حد تک عقلیت اور فطرت سے تطابق پایا جاتا ہے۔ اور اسلام نے اس ضمن میں کیا کیا ذرائع حکمت و موعظۂ حسنہ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے قرار دیئے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد جتنے اوامر ہیں سب عقل و فطرت کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق تبلیغ و ہدایت عقلی فریضہ اور فطرت سے ہم آہنگی کے مترادف ہے۔ نماز: نماز کے فلسفہ پر غور کیجئے۔ انسان سے جو کچھ گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ اسی وقت ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے غفلت اخلاقِ انسانی کو تباہ کرنے والی شے ہے۔ لہٰذا اسلام نے بجا طور پر ضروری سمجھا کہ انسان کم از کم دن میں پانچ مرتبہ اس کو یاد کرلے تاکہ اس تمرین اور مشق سے ایسا وقت بھی آجائے کہ جب وہ اس کی طرف سے کسی وقت غافل نہ ہو۔ اسی لئے فرمایا۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ نماز فحشاء اور منکر سے بچائے رکھتی ہے۔ اس عظیم فائدہ کے علاوہ

نماز میں دیگر مادی فوائد بھی بہت ہیں ۔ فطرت انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ انسان میں پابندیِ وقت ہونا چاہیئے ۔ اگر انسان وقت کا پابند نہیں تو اس سے خود اسی کو بہت کچھ نقصان پہونچ سکتا ہے ۔ اور ان لوگوں کو بھی یہ بات نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے جو اس شخص سے ذرا سا بھی تعلق رکھتے ہوں ۔ انسان میں اگر پابندیِ وقت نہیں تو دنیا کا کوئی کام صحیح و درست نہیں رہ سکتا ۔ دنیا میں ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوا کرتا ہے اسلام نے نماز کے ذریعہ انسان کو پابندیِ وقت کا درس دیا تاکہ اس کے لئے دنیاوی مسائل میں کوئی دقت و رکاوٹ پیدا نہ ہو اور دنیا کے کاموں میں کوئی رخنہ نہ پڑے ۔ اسلام نے نماز کو پانچ وقت کے لئے واجب قرار دیا تاکہ انسان دن میں کم از کم پانچ مرتبہ پابندیِ وقت کی مشق کرے اور اسی طرح مشق کرتا رہے اور ایک وقت وہ آجائے جب وہ وقت کا واقعاً پابند ہو جائے ۔

(باقی آئندہ)

حضرت ابو بکر صدیق

کے سرکاری خطوط

صفحات ۲۱۶ بڑا سائز — قیمت چار روپے مجلد پانچ روپے

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ تمام خطوط مع اصل و ترجمہ یکجا کئے گئے ہیں جو خلیفۂ اول نے اپنی خلافت کے پُر آشوب اور ہنگامہ خیز دور میں حاکموں، گورنروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں ۔ ان مکتوبات اور فرامین کے مطالعہ سے حضرت صدیق اکبر کی لاثانی انتظامی خصوصیات اور طریق کار سامنے آجاتا ہے ۔

اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ ایسا مجموعہ اب تک وجود میں نہیں آیا تھا ، اردو ترجمہ کے ساتھ خطوط سے متعلق ضروری تفصیل دی گئی ہے ، شروع میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاص حالات سے متعلق ایک بصیرت افروز تعارف ۔ آخر میں عربی کے اصل مکتوبات مرتب صورت میں دیئے گئے ہیں ۔ مرتبہ ڈاکٹر خورشید احمد فارق ۔

پتہ :- مکتبہ برہان - دہلی ۶